Volume 03, Issue 03,
July-September 2025
PP: 13-19
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

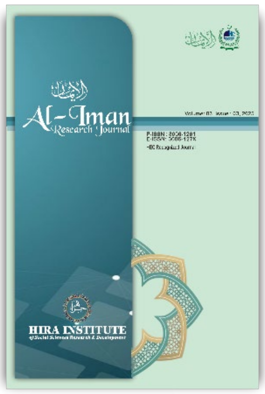

مظہر الاسلام کے افسانوں میں واہماتی حقیقت نگاری۔ایک مطالعہ

Hallucinatory Realism in the Short Stories of Mazhar ul Islām: A Study

Anila Ahmed
Research Scholar
anilaahmed87@gmail.com

Article History

Received
20-07-2025

Accepted
22-08-2025

Published
23-08-2025

Indexing

WORLD of JOURNALS
ASIAN Research Index
Signatory of DORA
اشاریہ اردو جرائد
ACADEMIA
Google Scholar
EuroPub

Abstract

Mazhar ul Islām is a remarkable figure in contemporary Urdū afsāna (short story writing) who departs from conventional modes of storytelling and embraces innovative, experimental narrative techniques. His afsānay frequently move beyond linear plots, instead weaving together fragmented realities, dreamlike imagery, and profound symbolic layers. Among the most distinctive features of his fiction is the employment of Hallucinatory Realism a postmodern narrative strategy that fuses ḥaqīqat (reality), khwāb (dream), and takhayyul (imagination) into a unified aesthetic and intellectual experience. This study aims to explore, identify, and critically analyze the elements of Hallucinatory Realism in Mazhar ul Islām's afsānay. Through close textual readings, the research highlights his creative use of imagery, metaphor, and symbolism, showing how his stories dissolve the boundaries between the external world and the inner psyche. His fiction reflects a constant negotiation between the visible and the invisible, the real and the surreal, thereby constructing a unique imaginative landscape.

Furthermore, the study situates Mazhar ul Islām within the broader discourse of postmodernism, illustrating how his experimental techniques resonate with global literary trends while simultaneously preserving the cultural, aesthetic, and linguistic distinctiveness of Urdū adab (literature). In doing so, his writings enrich the expressive potential of Urdū afsāna, demonstrating how postmodern narrative strategies can be localized and reshaped to produce original forms of storytelling. By integrating Hallucinatory Realism, Mazhar ul Islām not only broadens the stylistic scope of Urdū fiction but also offers readers new dimensions of perception, meaning, and artistic experience.

Keywords:

Mazhar ul Islām, Urdū Afsāna, Hallucinatory Realism, Postmodernism, Narrative Technique, Urdū Adab.

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

ROAD Directory of Open Access Scholarly Resources
OPEN ACCESS

اکیسویں صدی کی ابتداء تبدیلی اور انحراف کا منظر سامنے لاتی ہے۔ ادب کی کائنات میں روایتی اور مروّجہ قرینوں سے انحراف اس عرصے میں تخلیق ہونے والے اردو ادب کا غالب رجحان ہے۔ اردو فکشن کے حوالے سے موضوعات، ان کی پیش کش، اسلوب اور بیانیے کے قرینوں کے تنوع اور روایت سے انحراف کے تناظر میں مظہر الاسلام کا نام نمایاں ہے۔ انہوں نے کہانی کے مروّجہ ڈھانچے سے انحراف کا رویہ اختیار کرتے ہوئے اپنے فکشن میں اجتہادی نوعیت کی تبدیلیوں کو جگہ دی ہے۔ ان کے فکشن میں کہانی کا ڈھانچا یکسر مختلف اور بدلا ہوا ہے۔ پلاٹ، کردار نگاری اور بیانیہ کا ایک نیا ذائقہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ ان کی کہانی کے تاروپود واضح واقعیت کے برعکس تخیلاتی اور واہماتی فضا میں تشکیل پاتے ہیں۔ بعض کہانیوں میں یہ تخیلاتی اور واہماتی فضا اور خواب ناک ماحول اس قدر حاوی نظر آتا ہے کہ کہانی کھُل کر سامنے آنے کی بجائے بیانیے کی غلام گردش میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔ قاری کو مطالعے کے بعد کہانی کا کوئی سرا ہاتھ نہیں لگتا۔ یہ ابہام اور عدم ابلاغ اس شعوری علامتی اور رمزیہ نظام کا نتیجہ ہے جو مظہر الاسلام نے اپنی افسانوی کائنات میں شعوری طور پر روا رکھا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ موضوعات کو شاعرانہ انداز میں برتنے کا رجحان رکھتے ہیں۔

مظہر الاسلام خانیوال کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں پیرووال میں پیدا ہوئے، جہاں اس وقت ان کے والد محکمہ جنگلات میں تعینات تھے۔ مظہر الاسلام نے بچپن اپنے آبائی شہر وزیر آباد میں گزارا اور مشن ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا۔ کچھ عرصہ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ میں زیر تعلیم رہے۔ مگر پھر والد کی وفات کے بعد 1967ء میں مستقل طور پر اسلام آباد میں رہائش اختیار کر لی، جہاں سے انہوں نے اردو ادب میں ایم۔اے کیا۔ کچھ عرصہ ٹی وی، وزارتِ تعلیم اور ریڈیو سے وابستہ رہنے کے بعد بالآخر لوک ورثہ کے قومی ادارے میں ملازمت اختیار کر لی جہاں وہ بحیثیت ڈائریکٹر اور ایگزیکٹو ڈائریکٹر خدمات انجام دیتے رہے۔ وہ پاکستان اکیڈمی آف لیٹرز سے بحیثیت ڈائریکٹر جنرل بھی وابستہ رہ چکے ہیں۔ آج کل نیشنل بک فاؤنڈیشن کے منیجنگ ڈائریکٹر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ ادب کا پرائڈ آف پرفارمنس ایوارڈ بھی حاصل کر چکے ہیں۔[1]

مظہر الاسلام ایک بے چین، پر درد، دلچسپ اور حیران کن کہانی کار ہے۔ اس کی کہانیوں کا موضوع محبت، انتظار، موت اور جدائی ہے۔ اس کے افسانوں کے ہیرو عام طور پر اداس لوگ ہیں۔ وہ محبت کی تلاش میں بھٹکنے والوں، بچھڑے ہوئے لوگوں، آزادی ڈھونڈنے والوں اور روٹھے ہوئے کرداروں کی کہانیاں لکھتا ہے۔ اس نے خاکروبوں، چٹھی رسانوں، کلرکوں، مدرسوں، مزدوروں، کسانوں اور خانہ بدوشوں جیسے بے لوث کرداروں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اپنے عہد کے سماجی، سیاسی اور نفسیاتی پس منظر میں ناقابل برداشت سچائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مظہر الاسلام انسانی جذبات کی گہرائیوں میں اُتر کر انہیں ان کے ہی راز بتا کر حیران کر دینے کے ہنر سے آشنا ہے۔

مظہر الاسلام نے افسانوں میں تحیر آمیز فضا استوار کرنے کے لیے حقیقی دنیا کی سیٹنگ میں ناقابل یقین اور ماورائے عقل واقعات اور کرداروں کو اپنے بیانیے میں جگہ دی ہے۔ یہ وصف ایسے افسانوں کو واہماتی حقیقت نگاری کے زمرے میں لاتا ہے۔ ان کے ہاں واہماتی حقیقت نگاری کے عناصر چند افسانوں کا مطالعہ پیش ہے۔

"ایک کہانی بھلا دینے کے لیے" غیر معمولی اور پُر اسرار فضا کا حامل ایسا افسانہ ہے جس میں مظہر الاسلام نے عصرِ حاضر کے انسان کے داخلی کرب، انتشار، لایعنیت اور بطور انسان مرکزیت سے محرومی کو موضوع بنایا ہے۔ افسانے کا بیانیہ واحد متکلم راوی کے ذریعے قاری کے سامنے آتا ہے جس میں راوی اپنے ایک دوست کے ذریعے اپنی ہی تدفین کا واقعہ پیش کرتا ہے۔ اس کا دوست تدفین میں مہارت رکھتا ہے۔ وہ کالی بس پر لے جا کر رات کے اندھیرے میں اس کی رائے کے مطابق قبر کا انتخاب کرنے کے بعد اسے دفن کر دیتا ہے۔ اس دوران میں راوی اور دفن کرنے والے دوست کے درمیان ہونے والی گفتگو خاصی علامتی، معنی خیز اور پُر اسرار ہے۔ اس حوالے سے افسانے کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"میں اپنی قبر کی طرف چل پڑا۔ مگر اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے روکا۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"دیکھو میں خود چل کر قبر میں لیٹ جاتا ہوں۔ تم پڑیاں رکھ کر مٹی ڈال دینا۔"

مگر اس نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا اور بولا:

"مردے خود اپنی قبروں میں نہیں لیٹا کرتے میں تمہیں خود........"

اس نے آگے بڑھ کر مجھے کندھے پر اُٹھالیا اور بڑی کوشش سے مجھے قبر میں لٹادیا۔

ہم دونوں چپ تھے......اس نے دوسری سِل رکھی تو بولا:

"کیا تم نے سب کو بتادیا تھا کہ تم آہستہ آہستہ مر رہے ہو؟"

"ہاں میں نے سب کو بتادیا تھا۔ مگر وہ یہی کہتے رہے کہ تم نہیں مروگے۔"

"اور تم مر گئے۔"

"بالکل......اب میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔"

پھر اس نے بیلچے سے میری قبر بھرنی شروع کی اور جب قبر مکمل ہوگئی تو اس نے میری وصیت کے مطابق میری طرف سے بھی مٹھی بھر مٹی میری قبر پر ڈالی۔ دعاء پڑھی اور بس کی طرف چلا گیا۔ اب اس بات کو ایک سال ہونے کو ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ میں ابھی زندہ ہوں اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ میں مر چکا ہوں۔"[2]

کسی شخص کا گاڑی میں سوار ہو کر قبرستان جانا، اپنی تدفین کے لیے قبر کا انتخاب کرنا، دوران تدفین اپنے دفن کرنے والے سے ہم کلام ہونا اور سب سے بڑھ کر اپنی ہی تدفین کا قصہ بیان کرنا ایسے حقائق ہیں جنہیں ہم حقیقی دنیا اور اس کے قوانین کی کسوٹی پر سچ ثابت نہیں کر سکتے، لیکن افسانہ نگار نے نئے دور کے انسان کے داخلی بحران، بنجر پن اور بے توقیری کے اظہار کے لیے افسانے میں انہیں اس انداز میں پیش کیا ہے کہ واحد متکلم کے استناد کی وجہ سے قاری انہیں بعید از حقیقت نہیں سمجھتا اور حقیقی کے طور پر قبول کر لینے کے بعد اس حیرت زا فضا سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ افسانے میں موجود ایسے فوق فطری اور ماورائے عقل واقعات کا حقیقی دنیا کی سیٹنگ میں بیان افسانے کو واہماتی حقیقت نگاری کی ذیل میں لے آتا ہے۔

"سڑک کی تصویر" بھی ایسا افسانہ ہے جو افسانے کے مرکزی کردار کی واہماتی اور احتساسی کیفیت کو سامنے لاتا ہے۔ افسانے کی فضا ناقابل یقین اور ماورائے عقل صورت حال کے زیر اثر پروان چڑھتی ہے اور قاری کو اس حقیقی کائنات میں رہتے ہوئے ایک نئے جہانِ امکان سے روشناس کرواتی ہے۔ افسانے کے مرکزی کردار کے احتساس، حد سے بڑھی ہوئی حسیت اور واہمے کو ایک واقعاتی صورت حال کے طور پر افسانے میں پیش کیا گیا ہے۔ افسانے کے آغاز سے ہی یہ صورت حال قاری کے سامنے آتی ہے:

"شہر کی ایک سڑک اس کے ڈرائنگ روم کے عین بیچ سے گزرتی ہے۔ اس لیے اس کا گھر ہر وقت بسوں، ٹرکوں، کاروں اور سکوٹروں کے شور اور ہارن کی آوازوں سے بھرا رہتا ہے۔ وہ جھاڑن لے کر اکثر وقت ڈرائنگ روم میں پڑے سامان کی گرد جھاڑتا رہتا ہے لیکن آنکھ جھپکنے کی دیر میں وہ پھر گرد سے اَٹ جاتے ہیں۔ کوئی مہمان آجائے تو اسے بٹھانے کے لیے ڈرائنگ روم میں جگہ نہیں ملتی کیونکہ اکثر وقت عورتیں بچے اور بوڑھے صوفوں پر بیٹھ کر بس کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔"[3]

افسانے کے آغاز سے ہی قاری ایک غیر معمولی اور ناقابل یقین فضا میں جا اُترتا ہے جہاں ڈرائنگ کے عین بیچ سے شہر کی ایک مصروف سڑک گزرتی ہے۔ فی حقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ ڈرائنگ روم میں موجود سڑک کی تصویر کو اس کردار نے اس قدر شدت احساس کے ساتھ مشاہدہ

کیاہے کہ وہ اس کے لیے محض تصویر نہیں رہی اور اس کے واہمے میں باقاعدہ ایک "زندہ" اور "رواں" سڑک کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اسے سڑک کی تصویر پر موجود گاڑیاں اور ٹریفک بھی سڑک کی طرح حقیقی لگتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ اکثر جھاڑن لے کر ڈرائنگ روم میں موجود چیزوں سے گرد جھاڑتا رہتا ہے۔ اسے اپنے واہمے میں ڈرائنگ روم کے صوفوں پر مسافر بیٹھے بس کا انتظار کرتے نظر آتے ہیں۔ سڑک کی یہ تصویر اس کے لاشعور میں اُتر چکی ہے۔ حقیقی دنیا اور اس کے منطقی قوانین ایسے واقعات کی توثیق نہیں کرتے لیکن افسانہ نگار نے اپنے زرخیز تخیل کی بنیاد پر اس واہماتی صورت حال کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ بطور قاری ہماری توجہ علت و معلول کے جھمیلوں کی جانب نہیں جاتی اور ہم اسے معمولی واقعہ مان کر متحیر ہو جاتے ہیں۔ افسانے کے آخری پیراگراف میں افسانہ نگار نے اس تناقص کی تحلیل ان الفاظ میں کی ہے:

"اس کی شادی ہو گئی۔ وہ ایک دن تو ڈرائنگ روم میں آیا ہی نہیں لیکن جب کچھ مہمان آئے اور وہ ڈرائنگ روم میں گیا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ڈرائنگ روم میں لگی ایک قدیم تصویر وہاں نہیں تھی۔ اس نے اپنی بیوی سے اس تصویر کے بارے میں پوچھا تو وہ بولی: "میں نے اُتار دی ہے۔ کیا کبھی کوئی سڑک کی تصویر بھی ڈرائنگ روم میں لگاتا ہے۔"
اس دن سے اب کوئی بھی گاڑی اس کے ڈرائنگ روم سے نہیں گزرتی۔"[4]

افسانے کے آغاز سے بیانیے میں غیر معمولی اور ماورائے عقل صورت حال کے ذریعے جو پُراسرار اور حیرت آمیز فضا تعمیر کی گئی تھی، آخری پیراگراف تک آتے آتے وہ تحلیل ہو جاتی ہے اور قاری پر یہ راز کھلتا ہے کہ سڑک دراصل ایک سڑک کی ایک تصویر تھی جو ڈرائنگ روم میں آویزاں تھی جسے کردار کا واہمہ حقیقی سڑک کے طور پر سامنے لاتا تھا۔

"پورٹریٹ" بھی اپنے مزاج کے اعتبار سے "سڑک کی تصویر" کے قریب تر ہے۔ دونوں افسانوں میں تصویر ایک مشترک عنصر کے طور پر سامنے آتی ہے اور دونوں افسانوں میں تصویر کا مواد واہمے سے نکل کر طبعی صورت میں سامنے آتا ہے۔ مظہر الاسلام نے ان افسانوں میں واہمے کو واقعے کی طرح بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری ان کی صحت اور توافق پر سوال اُٹھائے بغیر قرات کے عمل سے گزر کر لطف اندوز ہوتا ہے۔ "پورٹریٹ" کی پُراسرار فضا اور فوق فطری کردار اور صورت حال اس افسانے کو واہماتی حقیقت نگاری کے زمرے میں لے آتی ہے۔ یہ افسانہ بین السطور حاشیے پر رہنے والے لوگوں کو فراموش کر دیئے جانے کا نوحہ ہے۔ کہانی میں راوی کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کے گھر اندھیرے میں چور گھس آیا ہے۔ وہ اور اس کی بیوی اس کی آہٹ کو بھی محسوس کرتے ہیں۔ آپس میں اس موضوع پر گفتگو کے دوران انہیں اس بوڑھے ہیولے کے قدموں کی آہٹ اور کھانسی کی آواز سنائی دیتی ہے تو وہ اس آواز کی جانب سٹور روم میں جاتے ہیں۔ جہاں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا اس پورٹریٹ سے گرد صاف کر رہا ہے جسے انہوں نے سٹور روم میں بے کار شے جان کر پھینک دیا ہے۔ اس حوالے سے افسانے کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"میری بیوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ صرف اتنا کہہ سکی......بابا......میں نے دیکھا کہ بابا جس پورٹریٹ پر سے گرد صاف کر رہا تھا وہ اسی کا تھا۔ مجھے یاد آ گیا کہ بابا اس کالج کا ماڈل تھا، جہاں سے میری بیوی نے فائن آرٹس میں ایم اے کیا تھا اور بابا گھنٹوں لڑکیوں کے سامنے پوز بنا کے بیٹھا رہتا تھا اور لڑکیاں اس کا پورٹریٹ بنایا کرتی تھیں۔ میری بیوی نے مجھے بتایا کہ بابا کا سب سے اچھا پورٹریٹ بنانے پر اس نے کلاس میں اوّل پوزیشن حاصل کی تھی۔ ایک دن وہ اسی سٹول پر بیٹھا تھا، لڑکیاں اس کا پورٹریٹ بنا رہی تھیں کہ بابا اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ہم تینوں چپ کھڑے تھے کہ اچانک بابا کی آواز نے سکوت توڑا۔ وہ بولا: بی بی! میں تمہارے گھر چوری کرنے نہیں آیا۔ تم نے میرا پورٹریٹ سٹور میں رکھ دیا ہے، اس پر گرد جم جاتی ہے اسی لیے میں ہر جمعرات کو اپنے پورٹریٹ پر سے گرد صاف کرنے آتا ہوں۔"[5]

عام حالات میں دنیا سے گزر جانے والے لوگوں کا ظاہری وجود کے ساتھ واپس آنا اور اس دنیا کے حالات سے باخبر ہونا ایسے واقعات ہیں جنھیں ناممکن تصور کیا جاتا ہے۔ تاہم اس افسانے میں افسانہ نگار نے ان واقعات کو افسانے کے بیانیے میں اس طرح پیش کیا ہے کہ اس سے قاری کا عدم یقین معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ حیرت کے عالم میں پورٹریٹ صاف کرتے ہوئے بابے کو دیکھتا رہ جاتا ہے۔ عدم یقین کے تعطل کی وجہ سے اس کے ذہن میں یہ خیال جاتا ہی نہیں کہ یہ واقعات حقیقی دنیا میں ممکن نہیں ہیں۔ واہماتی حقیقت نگاری کے حامل ادب میں اور ہماری اساطیری روایت میں مر جانے والے لوگوں کا دنیا میں واپس آنا، ان کی روحوں کا آنا اور ان کی آوازیں سنائی دینے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشرقی اور بالخصوص ہندوستانی ثقافتی پس منظر رکھنے والے قارئین اپنے اجتماعی لاشعور میں ان اساطیری تجربات اور عقائد کی موجودگی کے باعث ایسے ماورائے عقل واقعات کو تشکیک کی نظر سے دیکھنے کی بجائے انہیں حقیقی دنیا کی سیٹنگ میں حقیقی اور معمولی کے طور پر قبول کر لیتے ہیں۔

"بوچھاڑ" بھی ایسا افسانہ ہے جس میں فوق فطری اور تحیر آمیز صورت حال کو حقیقی دنیا کی سیٹنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ موضوع اور صورت حال کے اعتبار سے "بوچھاڑ" پچھلے صفحات میں پیش کردہ افسانے "ایک کہانی بھلا دینے کے لیے" سے قریب دکھائی دیتا ہے۔ دونوں افسانوں میں انسان کی موت کے بعد کی کائنات کو دکھایا گیا ہے۔ تاہم موضوع کے برتاؤ اور بیانیہ تکنیک کے حوالے سے ان دونوں افسانوں میں فرق دیکھا جا سکتا ہے۔ "ایک کہانی بھلا دینے کے لیے" میں افسانہ نگار نے ماورائے عقل اور غیر معمولی صورت حال کو استناد کا درجہ دینے کے لیے واحد متکلم راوی کے ذریعے بیان کیا ہے جبکہ "بوچھاڑ" میں اس کی بجائے ایک الگ قرینہ اختیار کیا گیا ہے۔ افسانے کے آغاز میں ہی قاری پر ان الفاظ میں تاثر قائم کر دیا گیا ہے کہ "یہ بات عالم بالا کی ہے اور اس کہانی کے تمام کردار اور واقعات فرضی ہیں، کسی قسم کی مماثلت محض اتفاق ہوگا" یہ بیان بالخصوص جدید ڈراموں اور Soap Serials میں استعمال کیا جاتا ہے جس کے ردعمل کے طور پر ناظرین اس ڈرامے میں موجود تمام قسم کے غیر حقیقی، تخیلاتی اور ماورائے عقل واقعات کے حوالے سے عدم یقین کو معطل کر دیتا ہے۔ اسی قسم کی صورت حال اور Response پیدا کرنے کے لیے مظہر الاسلام نے اس افسانے کے آغاز میں یہ الفاظ درج کیے ہیں۔ کہانی میں ایک لڑکے کی موت کے تین دن بعد کے عالم بالا کی واردات کو پیش کیا گیا ہے جہاں اس کا سامنا ایک لڑکی سے ہو جاتا ہے۔ ان کی گفتگو کے دوران بارش شروع ہو جاتی ہے۔ لڑکی اُٹھ کر ایک طرف ہو جاتی ہے جبکہ لڑکا اسی طرح بارش کی بوچھاڑ میں بیٹھا رہتا ہے۔ یہ بوچھاڑ یہاں خاص علامتی معنویت کو لے کر سامنے آتی ہے۔ اس افسانے کی فضا اور سیٹنگ تخیلاتی اور خواب ناک ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقی دنیا سے قریب تر ہے۔ عالم بالا میں بھی اسی دنیا سے مماثل ماحول اور معروض ظاہر کیا گیا ہے اور بعد از مرگ لڑکے اور لڑکی کے معمولات بھی وہی کے وہی ہیں۔ لڑکی عالم بالا میں بھی سجنے سنورنے میں منہمک دکھائی گئی ہے۔ یہ وہ عنصر ہے جو اس خواب ناک صورت حال کو حقیقت کے قریب تر کر دیتا ہے۔ افسانے کے آخری پیرا گراف میں مظہر الاسلام نے اس خواب ناک اور حیرت زا ماحول کا سحر ان الفاظ میں توڑا ہے:

> "بارش اب تھم گئی تھی۔ وہ پوری طرح بھیگ چکا تھا اور اس کے لباس سے پانی ٹپک رہا تھا...... اس نے اپنے بالوں کو خشک کرنے کے انداز میں جھٹکا اور بولا: چلو اچھا ہوا میری بیوی، میرے بچے اور دوسرے لوگ زندگی بھر میرے خلاف ثبوت اکٹھے کرتے رہتے تھے۔ اب ان کی محنت کنارے لگی۔ اتنے میں اس کے نام کی آواز پڑی۔ وہ چونک کر اُٹھا۔ لڑکی نے پرس کندھے پر جمایا اور آگے بڑھتے ہوئے بولی...... تمہارے جیسے لوگ مر کر بھی ایسے رہتے ہیں......"[6]

مندرجہ بالا معروضات اور افسانوں کے پیش کردہ تجزیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مظہر الاسلام ایک ایسا افسانہ نگار ہے جو اپنے منفرد موضوعات کے بہتر اور مؤثر ابلاغ کے لیے بیانیے کے جدید اور غیر روایتی قرینوں سے کام لیتا نظر آتا ہے۔ وہ زبان و بیان کے

تجربات، کرداروں کی تشکیل اور بیانیے کی غیر روایتی ترتیب کے ذریعے ایک منفرد اور جداگانہ افسانوی رنگ تخلیق کرنے میں خاصا کامیاب نظر آتا ہے۔ یہاں افسانوں کا غالب اسلوب شعری زبان، علامتی اظہار اور تجریدی ساخت پر مبنی نظر آتا ہے۔ مظہر الاسلام اپنی کہانی کو روایتی آغاز، وسط اور انجام سے مبرا کر کے ایک ایسے فن پارے میں منقلب کر دیتا ہے جہاں قاری کو معنی کی تلاش کا جتن کرنا پڑتا ہے۔ یہ بیانیہ اکثر اُلجھاؤ، خواب ناک کیفیت اور داخلی مکالمات سے بھرپور نظر آتا ہے۔ اس کے بیش تر افسانوں میں ہمیں واہماتی حقیقت نگاری کی بیانیہ تکنیک کے واضح عناصر کار فرما نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں اس معجز نما بیانیہ تکنیک کو استعمال میں لا کر حقیقت اور فینٹسی کے مابین ایسی لکیر کھینچتا ہے

حوالہ جات:

1 مظہر الاسلام، **"خط میں پوسٹ کی ہوئی دوپہر"**،(اسلام آباد:لیو بکس،2012ء)۔

2 مظہر الاسلام، **"ایک کہانی بھلا دینے کے لیے"**، ص49-

3 مظہر الاسلام، **"سڑک کی تصویر"**، ص78-

4 ایضاً، ص88-

5 مظہر الاسلام، **"پورٹریٹ"**، ص90-

6 مظہر الاسلام، **"بوچھاڑ"**، ص111-